محمد احمد رضا
جامعہ عبداللہ بن عباس فیصل آباد۔ ملحق جامع مسجد الرشید، سینا ٹاؤن، شیخو پورہ روڈ فیصل آباد

فتاویٰ حدیثیہ

استفتا: ۳

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ درج ذیل حدیث کون سی کتب احادیث میں مذکور ہے، اور اس کا درجہ صحت اور ضعف کے لحاظ سے کیا ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من طلب العلم لیماری به العلماء أو لیماری به السفهاء أو یصرف به وجوه الناس إلیه أدخله الله النار (۱)

جواب

مذکورہ بالا حدیث شریف مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد کتبِ حدیث میں مرفوع، موقوف ومقطوع تینوں طرح منقول ہے، معروف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضرت کعب بن مالک، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت معاذ، حضرت انس بن مالک، حضرت حذیفہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم اجمعین نے اس حدیث کو ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی سے یہ موقوفاً منقول ہے۔ جب کہ مشہور تابعی حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ ''مرسلاً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' اور ''مقطوعاً'' (یعنی ان کے اپنے قول کے طور پر) بھی منقول ہے، اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

الف: مرفوع روایات

۱۔حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

حدثنا ابوالأشعث أحمد بن المقدام العجلی البصری، حدثنا أمية بن خالد، حدثنا إسحاق بن يحيى بن طلحة، حدثنی ابن كعب بن مالك عن أبيه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِیَ بِهِ الْعُلَمَآءَ أَوْ لِيُمَارِیَ بِهِ السُّفَهَآءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ (۲)

اس کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

هذا حديث غريب، لا نعرفه إلا من هذا الوجه، وإسحاق بن يحيى ليس بذاك القوی عندهم، تكلم فيه من قبل حفظه

امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں درج ذیل طریق سے روایت کی ہے:

حدثنا ابوبكر بن إسحاق الفقيه، أنبأ الحسن بن علي بن زياد، ثنا ابن أبي أويس حدثنی أخی عن سليمان بن بلال عن إسحاق بن يحيى بن طلحة عن عبد الله بن كعب بن مالك عن أبيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلّم قال: من ابتغى العلم ليباهی به العلماء أو يماری به السفهاء أو يقبل إفادة الناس إليه فإلى النار (۳)

اس کی سند کو امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے، اور یہ تبصرہ کیا ہے:

لم يخرج الشيخان لإسحاق بن يحيى شيأ، وإنما جعلته شاهدا لما قدمت من شرطهما، وإسحاق بن يحيى من أشراف قريش

امام حاکم رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا طریق سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شعب الایمان (۴) میں روایت کیا ہے، اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس کو المعجم الکبیر میں درج ذیل الفاظ

اور سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا العباس بن الفضل الأسفاطی ثنا خالد بن مزید العمری ثنا إسحاق بن یحیی بن طلحة عن ابن کعب بن مالك عن أبیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من طلب العلم لإحدی ثلاث: یماری به السفهاء أو یباهی به العلماء أو یستجیر وجوه الناس إلیه، فقال فیه کلاما شدیدا (۵)

تاہم حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے مذکورہ بالا تمام طرق میں اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ راوی موجود ہیں، جن کی وجہ سے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس سند کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے السنن کے مقدمے میں مذکورہ حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے درج ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

حدثنا محمد بن إسماعیل قال أنبأنا وهب بن إسماعیل الأسدی قال حدثنا عبد الله بن سعید المقبری عن جده عن أبی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من تعلم العلم لیباهی به العلماء ویماری به السفهاء و یصرف به وجوه الناس إلیه، أدخله الله جهنم (٦)

اس سند کے بارے میں امام بوصیری رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں تبصرہ فرمایا ہے:

هذا إسناد ضعیف لاتفاقهم علی ضعف عبد الله بن سعید (۷)

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے السنن کے مقدمے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو درج ذیل سند اور الفاظ کے ساتھ بھی نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن یحیی قال: حدثنا ابن أبی مریم قال: أنبأنا یحیی بن أیوب، عن ابن جریج عن أبی الزبیر عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تعلموا العلم لتباهوا به العلماء، ولتماروا به السفهاء، ولا تخيروا به المجالس، فمن فعل ذلك فالنار النار (۸)

اس سند کو علامہ عراقی رحمہ اللہ نے علی شرط مسلم قرار دیا ہے۔(۹)

نیز اس سند کے بارے میں امام بوصیری رحمہ اللہ کا تبصرہ درج ذیل ہے:

هذا إسناد رجاله ثقات على شرط مسلم (۱۰)

اسی طریق سے اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے الصحیح میں نقل فرمایا ہے (۱۱) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرک (۱۲) میں نقل فرمایا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، ان ہی کے حوالے سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے شعب الایمان (۱۳) میں نقل کیا ہے۔

۴۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا أحمد بن المعلى الدمشقي ثنا هشام بن عمار ثنا عمرو بن واقد ثنا يزيد بن أبي مالك عن شهر بن حوشب عن عبد الرحمن بن غنم عن معاذ بن جبل رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من طلب العلم ليباهي به العلماء ويماري به السفهاء في المجالس لم يرح رائحة الجنة (۱۴)

اس سند کے بارے میں امام ہیثمی رحمہ اللہ نے درج ذیل تبصرہ فرمایا ہے:

وفيه عمرو بن واقد، وهو ضعيف، نسب إلى الكذب (۱۵)

۵۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو درج ذیل سند اور الفاظ کے ساتھ امام طبرانی رحمہ اللہ نے المعجم الاوسط میں نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي قال حدثنا الحسن بن علي الحلواني قال: حدثنا سليمان بن زياد الواسطي، قال حدثنا ابو معاوية،

قال حدثنا قتادة عن انس بن مالك رضى الله عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تعلم العلم ليباهى به العلماء أو يمارى به السفهاء أو يصرف به وجوه الناس إليه فهو فى النار (١٦)

اورامام بزار رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی المسند میں اسی سند سے الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ اس طرح نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن موسى القطان ثنا سليمان بن زياد الواسطى عن انس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ومن طلب العلم ليباهى به العلماء ويمارى به السفهاء ويصرف وجوه الناس إليه فهو فى النار (١٧)

البتہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا طریق کی تخریج کے بعد فرمایا ہے:

لم يرو هذا الحديث عن قتادة إلا شيبان، تفرد به سليمان بن زياد الواسطى، ولا يروى عن انس إلا بهذا الإسناد (١٨)

جب کہ امام بزار رحمہ اللہ کا فرمانا ہے:

لا نعلمه يروى عن انس إلا بهذا الإسناد، تفرد به سليمان ولم يتابع عليه، ورواه عنه غير واحد (١٩)

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجمع الزوائد (۲۰) میں اسی تبصرے کو نقل کرتے ہوئے سلیمان بن زیاد کے بارے میں فرمایا ہے:

وقال صاحب الميزان: لا ندرى من ذا

جب کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو ایک اور طریق سے امام ابونعیم رحمہ اللہ نے معرفۃ الصحابۃ میں نقل کیا ہے، جس کی سند اور الفاظ حسب ذیل ہیں:

حدثنا ابوبحر محمد بن الحسن بن كوثر حدثنا محمد بن غالب بن حرب ثنا ابويوسف يعقوب بن قاسم الطلحى ثنا عثمان بن مطر ثنا ابوهاشم الرمانى عن انس بن مالك رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من طلب العلم ليمارى به الفقهاء أو يكاثر به العلماء أو يصرف به وجوه الناس إليه فليتبوأ مقعده من النار (٢١)

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے السنن کے مقدمے میں درج ذیل سند اور الفاظ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

حدثنا هشام بن عمار قال حدثنا حماد بن عبد الرحمن قال حدثنا ابو كرب الأزدى عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما عن النبىّ صلى الله عليه وسلم قال: من طلب العلم ليمارى به السفهاء أو ليباهى به العلماء أو يصرف وجوه الناس إليه فهو فى النار (۲۲)

۷۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ہی السنن کے مقدمے میں درجِ ذیل سند اور الفاظ کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

حدثنا أحمد بن عاصم العبادانى قال حدثنا بشير بن ميمون، قال سمعت اشعث بن سوار عن ابن سيرين عن حذيفة رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تعلموا العلم لتباهوا به العلماء أو لتماروا به السفهاء أو لتصرفوا وجوه الناس إليكم، فمن فعل ذالك فهو فى النار (۲۳)

اس پر امام بوصیری رحمہ اللہ کا کلام درج ذیل ہے:

هذا إسناد ضعيف، فيه بشير بن ميمون، قال ابن معين أجمعوا على طرح حديثه، وقال البخاري: منكر الحديث، متهم بالوضع (۲۴)

جب کہ حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے تاریخ بغداد میں درجِ ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے:

أخبرنا ابوالقاسم عبد الرحمٰن بن محمد بن عبيد الله السراج النيسابورى حدثنا ابوالعباس محمد بن يعقوب الأصم، حدثنا ابوأمية الطرسوسى حدثنا الوليد بن صُالح النحاس حدثنا ابوبكر الداهرى حدثنا عطاء بن عجلان عن نعيم عن أبي هند عن ربعى بن حراش عن

حذیفة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من طلب العلم ليباهی به العلماء أو ليماری به الجهلاء أو ليقبل الناس إليه بوجوههم، فله النار (۲۵)

البتہ اس سند کے ایک راوی ابو بکر داہری پر محدثین کا کلام ہے جس کو خود حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی موقع پر ذکر بھی کیا ہے۔

۸۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت:

امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے المعجم الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درج ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ روایت کی ہے:

حدثنا ابوالجهم عمرو بن حازم ثنا سليمان بن عبد الخالق بن زيد عن أبيه عن محمد عبد الملك بن مروان عن أبيه عن ام سلمة رضی الله عنها عن النبی صلى الله عليه وسلم: من تعلّم العلم ليباهی به العلماء ويماری به السفهاء فهو فی النار (۲۶)

اس سند پر علامہ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو علامہ زبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح نقل فرمایا ہے:

قال العراقی: وأما حديث ام سلمة فرواه الطبرانی.... وعبد الخالق بن زيد بن واقد منكر الحديث، قاله البخاری، وعبد الملك بن مروان أورده الذهبی فی الميزان، وقال: أنى له العدالة! وقد سفك الدماء وفعل الأفاعيل

اس پر علامہ زبیدی رحمہ اللہ نے درج ذیل اضافہ فرمایا ہے:

قلت: عبد الخالق المذكور قال الذهبی فی الديوان قال النسائی: ليس بثقة، وقوله أنى له العدالة الخ صحيح، ولكن قد يقال يحتمل أنه تحمل هذا الحديث فی حال استقامته قبل أن تصدر منه الأفاعيل (۲۷)

ب: موقوف روایت

امام دارمی رحمہ اللہ نے اس کے ہم معنی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً درج ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ نقل کی ہے:

أخبرنا ابوعبيد القاسم بن سلّام ثنا ابوإسماعيل، هو إبراهيم بن سليمان المؤدب، عن عاصم الأحول عمن حدثه عن أبى وائل عن عبد الله رضى الله عنه قال من طلب العلم لأربع دخل النار أو نحو هذه الكلمة ليباهى به العلماء، أو ليمارى به السفهاء أو ليصرف به وجوه الناس إليه، أو ليأخذ به من الأمراء (۲۸)

واضح رہے کہ ایسے مواقع پر موقوف بھی معنًی مرفوع ہوتی ہے، تاہم اس سند میں عمن حدثہ عن أبي وائل ایک واسطہ غیر معروف ہے جس کی بنا پر یہ سند منقطع ہوگی۔

ج: مرسل اور مقطوع روایت

جلیل القدر تابعی حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ حدیث مرسل (یعنی کسی صحابی کے واسطے کے بغیر بہ راہ راست آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی حیثیت سے) اور مقطوع (یعنی ان کا اپنا قول ہونے کی حیثیت سے) دونوں طرح منقول ہے:

۱۔ مرسل روایت:

امام دارمی رحمہ اللہ نے السنن میں درج ذیل سند اور الفاظ کے ساتھ یہ مرسل روایت نقل کی ہے:

أخبرنا يحيى بن بسطام عن يحيى بن حمزة حدثنى النعمان عن مكحول قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من طلب العلم ليباهى به العلماء أو ليمارى به السفهاء أو يريد أن يقبل بوجوه الناس إليه أدخله الله جهنم (۲۹)

۲۔ مقطوع روایت:

امام دارمی رحمہ اللہ نے ہی السنن میں حضرت مکحول رحمہ اللہ سے مقطوع روایت درج ذیل

سند اور الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

أخبرنا محمد بن یوسف عن سفیان عن برد بن سنان وأبی العلاء عن مکحول قال: من طلب العلم لیماری به السفهاء ولیباهی به العلماء أو لیصرف به وجوه الناس إلیه فهو فی نار جهنم (۳۰)

خلاصۂ کلام

اس حدیث کے مذکورہ بالا تمام طرق وروایات کی انفرادی حیثیت اور ان پر محدّثین کرام کے کلام سے (جو ماقبل میں گزر چکا ہے) یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث معنًی تو صحیح ہے، جیسا کہ صحیح ابن حبان وغیرہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے، اور جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے تو اگرچہ مختلف روایات کے مختلف الفاظ ہیں لیکن سب روایات ایک ہی معنی پر دلالت کرتی ہیں اور ہر روایت کے الفاظ دوسری روایت کے الفاظ کی تائید کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معنًی ''صحیح'' ہونے کے ساتھ ساتھ الفاظ کے اعتبار سے یہ روایت حسن لغیرہ کے درجہ میں ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم بالصواب

استفتا: ۴

کچھ عرصے قبل ایک مشہور عالمِ دین کے بیان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک طویل حدیث سننے کا موقع ملا، جس کا مفہوم کچھ یوں تھا کہ ایک صاحب نے آں حضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر بہت سے سوال کئے کہ میں ایسا ہونا چاہتا ہوں، میں ایسا بنا چاہتا ہوں، ان کے ہر سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے مختلف نصیحتیں فرمائیں، ان ہی میں یہ بات بھی تھی: ''میں لوگوں میں سب سے بہتر بنا چاہتا ہوں! تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے، لہٰذا تم دوسروں کو نفع پہنچانے لگو، تم سب سے بہتر ہو جاؤ گے''۔ پھر ہم نے دیکھا کہ بہت سے لوگوں نے اس حدیث کے مفہوم پر مشتمل بینر اور بورڈ وغیرہ بنوا کر مختلف طریقوں سے اس کو نشر کیا، جن میں مسندِ احمد یا کنز العمال کا حوالہ درج ہے، لیکن بعض اہلِ علم سے یہ بھی سنا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں، اس تفصیل کے پیشِ نظر ہمارے دو سوال ہیں:

۱۔ یہ حدیث کون کون سی کتبِ حدیث میں مذکور ہے اور اس کا درجہ صحت وضعف کے لحاظ سے کیا ہے؟ اور کیا اس کو حدیث کے طور پر اس طرح نشر کرنا درست ہے؟

۲۔ اس حدیث میں مذکور خیر الناس من ینفع النّاس کو ان ہی الفاظ کے ساتھ حدیث کہا جا سکتا ہے یا نہیں

المستفتی محمد شاہد محمود (سمندری، فیصل آباد)

جواب

جس طویل حدیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کے مکمل متن کو امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے درجِ ذیل سند کے ساتھ جمع الجوامع میں نقل کیا ہے:

وجدت بخط الشيخ شمس الدين بن القمّاح فى مجموع له عن أبى العباس المستغفرى قال: قصدت مصر أريد طلب العلم من الامام أبى حامد المصرى والتمست منه حديث خالد بن الوليد، فأمرنى بصوم سنة، ثم عاودته فى ذلك، فأخبرنى بإسناده عن مشايخه إلى خالد بن الوليد، قال جاء رجل إلى النبى ﷺ فقال إنى سائلك عما فى الدنيا والآخرة، فقال له سل عما بدا لك. قال يا نبى الله أحب أن أكون أعلم الناس، قال: اتق الله تكن أعلم الناس، فقال: أحب أن أكون أغنى الناس، قال: كن قنعا تكن أغنى الناس. قال أحب أن أكون خير الناس، فقال: خير الناس من ينفع الناس فكن نافعا لهم، فقال أحب أن أكون أعدل الناس، قال: أحب للناس ما تحب لنفسك تكن أعدل الناس، قال أحب أن أكون أخص الناس إلى الله تعالى، قال: أكثر ذكر الله تكن أخص العباد إلى الله تعالى، قال أحب أن أكون من المحسنين، قال اعبد الله كأنك تراه، فان لم تكن تراه فانه يراك، قال أحب أن يكمل إيمانى، قال: حسن خلقك يكمل إيمانك، فقال أحب أن أكون من المطيعين، قال: أد فرائض الله تكن مطيعا، فقال أحب أن ألقى الله

نقيا من الذنوب، قال اغتسل من الجنابة متطهرا تلقى الله يوم القيامة وما عليك ذنب، قال أحب أن أحشر يوم القيامة في النور، قال: لا تظلم أحدا تحشر يوم القيامة في النور، قال أحب أن يرحمني ربي، قال: ارحم نفسك وارحم خلق الله يرحمك الله، قال أحب أن تقل ذنوبي، قال: استغفر الله تقل ذنوبك، قال أحب أن أكون أكرم الناس، قال: لا تشكونّ الله إلى الخلق تكن أكرم الناس، فقال أحب أن يوسع علي في الرزق قال: دم على الطهارة يوسع عليك في الرزق قال أحب أن أكون من أحباء الله ورسوله، قال: أحب ما أحب الله ورسوله وأبغض ما أبغض الله ورسوله، قال أحب أن أكون آمنا من سخط الله، قال: لا تغضب على أحد تأمن من غضب الله وسخطه، قال أحب أن تستجاب دعوتي، قال: اجتنب الحرام تستجب دعوتك، قال أحب لا يفضحني الله على رؤس الاشهاد، قال: احفظ فرجك كيلا تفتضح على رؤس الاشهاد، قال أحب أن يستر الله على عيوبي، قال: استر عيوب إخوانك يستر الله عيوبك، قال ما الذي يمحو عني الخطايا؟ قال: الدموع والخضوع والامراض، قال أي حسنة أفضل عند الله؟ قال: حسن الخلق والتواضع والصبر على البلية والرضاء بالقضاء، قال أي سيئة أعظم عند الله؟ قال: سوء الخلق والشح المطاع، قال ما الذي يسكن غضب الرحمن؟ قال: إخفاء الصدقة وصلة الرحم، قال ما الذي يطفئ نار جهنم؟ قال: الصوم(۳۱)

دست یاب مصادر و کتبِ حدیث میں امام سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) سے قبل اس حدیث کا کوئی حوالہ نہیں مل سکا، خود امام سیوطیؒ نے بھی اسے حدیث کی کسی معروف کتاب سے نقل نہیں کیا، بل کہ شیخ شمس الدین ابن القماح کے مجموعۂ احادیث سے نقل کیا ہے، بعد میں محدثِ دیارِ ہند علامہ علی متقیؒ (متوفی ۹۷۵ھ) نے ترتیبِ جمع الجوامع بہ نام کنز العمال میں اس حدیث کو ان ہی کے حوالے سے ذکر کر دیا۔ (۳۲) اس حدیث کے لئے مسندِ امام احمد کا حوالہ کسی طور درست نہیں،

کیوں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مسانید میں یہ حدیث موجود نہیں۔ (۳۴)

صحت وضعف کے اعتبار سے اس حدیث کا درجہ

کسی حدیث کی صحت وضعف کا فیصلہ اس کی سند پر موقوف ہوتا ہے، سند کی جانچ پرکھ کے بعد ہی اس کے قابلِ اعتبار یا ناقابلِ اعتبار ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اس حدیث کی سند سے متعلق امام سیوطیؒ نے بس یہ بیان کیا ہے:

> میں نے شیخ شمس الدین ابن القماح کے مجموعۂ احادیث میں ان ہی کے ہاتھ سے یہ تحریر لکھی ہوئی پائی: ابوالعباس مستغفری سے منقول ہے کہ میں امام ابوحامد مصری سے علم حاصل کرنے کے ارادے سے مصر گیا اور ان سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی حدیث پڑھانے کی درخواست کی، تو انہوں نے مجھے ایک سال تک روزے رکھنے کا حکم دیا، پھر (ایک سال کے روزے رکھنے کے بعد) میں ان کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا، تو انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تک اپنی سند سے مجھے یہ حدیث سنائی.....

اب یہاں صرف اتنا مذکور ہے کہ امام ابوحامد مصری نے اپنی سند سے یہ حدیث روایت کی! باقی وہ سند کیا ہے؟ امام سیوطیؒ نے اسے ذکر نہیں کیا، اور سیاق وسباق سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس مجموعہ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے، اس میں بھی یہ سند مذکور نہ تھی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس حدیث کی مکمل سند معلوم نہیں، اور جب تک سند معلوم نہ ہو اس روایت کے حدیث ہونے یا نہ ہونے سے متعلق، اور اسی طرح اس کے درجے سے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا!

لیکن اس روایت سے متعلق بات یہیں ختم نہیں ہوتی، بل کہ اس پر درجِ ذیل وجوہ سے مزید کلام بھی ہے:

۱۔ انقطاع در انقطاع:

امام سیوطیؒ نے شیخ شمس الدین ابن القماح کے مجموعے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے، لہٰذا یہاں سب سے پہلے تو یہ طے کرنا ضروری ہے کہ شمس الدین ابن القماح سے کون سی شخصیت مراد ہیں؟ فقہاء ومحدثین کے استعمال کے پیشِ نظر زیادہ قرینِ قیاس تو یہ ہے کہ قاضی ابوعبداللہ محمد بن احمد

بن ابراہیم بن حیدرہ شمس الدین ابن القماح مراد ہیں، یہ بہت بڑے فقیہ، قاضیٔ وقت اور حافظِ حدیث تھے، سنہ ۶۵۶ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور سنہ ۷۴۱ھ میں وفات پائی، حافظ جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن مزّی (ولادت ۶۵۴ھ/وفات ۷۴۲ھ) کے ہم عصر اور ہم طبقہ تھے۔ (۳۴) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنے متعدد اساتذہ کے ذریعے ایک واسطے سے ان سے روایت کی ہے۔ (۳۵) جب کہ امام سیوطیؒ نے اپنے استاذ شیخ الاسلام علم الدین صالح بن عمر بن رسلان بلقینیؒ (متوفی ۸۶۸ھ) اور محدّثہ ام الفضل ہاجر بنت الشرف محمد المقدسیہ (متوفاۃ ۸۷۴ھ) کے طریق سے دو واسطوں کے ساتھ ان سے روایت کی ہے۔ (۳۶) اور امام سیوطی کی ولادت سنہ ۸۴۹ھ اور وفات ۹۱۱ھ کی ہے، اس طرح امام سیوطیؒ اور ان کے درمیان ایک صدی سے زیادہ فاصلہ ہے، لہٰذا امام سیوطیؒ کی اس مجموعہ سے بلا واسطہ روایت منقطع ہے، کیوں کہ امام سیوطی اور شیخ شمس الدین ابن القماح کے مابین کم از کم دو واسطے ساقط ہیں۔

پھر شیخ شمس الدین ابن القماح اس حدیث کو حافظ ابو العباس جعفر بن محمد بن المعتز المستغفری سے روایت کر رہے ہیں، جب کہ حافظ مستغفری کی ولادت سنہ ۳۵۰ھ اور وفات سنہ ۴۳۲ھ میں ہوئی۔ (۳۷) اس طرح حافظ مستغفری اور شیخ شمس الدین ابن القماح کے مابین دو صدیوں سے زیادہ فاصلہ ہے، لہٰذا یہاں بھی سند میں خاصا انقطاع ہے۔

مزید برآں حافظ مستغفری کے شیخ امام ابو حامد مصری سے لے کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تک سند سرے سے مذکور نہیں، جو بذاتِ خود ایک بہت بڑی علّتِ قادحہ ہے، اس تفصیل کے پیشِ نظر ظاہر ہے کہ اس حدیث کی سند میں انقطاع در انقطاع کی عجیب و غریب سی صورتِ حال پائی جاتی ہے۔

۲۔ غیر معروف مأخذ اور بہ طریقِ وِجادہ روایت:

شیخ شمس الدین ابن القماح کے جس مجموعے سے امام سیوطیؒ نے نقل کیا ہے، وہ حدیث کا کوئی ایسا معروف و معتبر مأخذ نہیں کہ جس میں کسی حدیث کے محض مذکور ہونے کو ہی کافی سمجھا جائے، اور اسی بنا پر اس کی آں حضرت ﷺ کی طرف نسبت کو درست قرار دے دیا جائے، بل کہ اصولِ روایت کی رُو سے خود اس کی حیثیت مشکوک ہے، کیوں کہ امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو بہ طریقِ سماع یا اجازہ روایت نہیں کیا، بل کہ بہ طریقِ ''وِجادہ'' روایت کیا ہے، وِجادہ سے متعلق

اصولِ حدیث کے نامور امام حافظ ابن الصلاح عثمان بن عبدالرحمٰنؒ (متوفی ۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

مثال الوجادة: أن يقف على كتاب شخص فيه أحاديث يرويها بخطه ولم يلقه أو: لقيه ولكن لم يسمع منه ذلك الذى وجده بخطه ولا له منه إجازة ولا نحوها. فله أن يقول وجدت بخط فلان أو: قرأت بخط فلان أو: في كتاب فلان بخطه: أخبرنا فلان بن فلان ويذكر شيخه ويسوق سائر الإسناد والمتن. أو: يقول وجدت أو: قرأت بخط فلان عن فلان ويذكر الذى حدثه ومن فوقه هذا الذى استمر عليه العمل قديما وحديثا وهو من باب المنقطع والمرسل غير أنه أخذ شوبا من الاتصال بقوله وجدت بخط فلان ......

وأما جواز العمل اعتمادا على ما يوثق به منها: فقد روينا عن بعض المالكية: أن معظم المحدثين والفقهاء من المالكيين وغيرهم لا يرون العمل بذلك وحكى عن الشافعي وطائفة من نظار أصحابه جواز العمل به، قلت: قطع بعض المحققين من أصحابه فى أصول الفقه بوجوب العمل به عند حصول الثقة به وقال لو عرض ما ذكرناه على جملة المحدثين لأبوه (۳۸)

وجادہ کی مثال یہ ہے کہ راوی کو کسی محدث کی کتاب مل جائے جس میں اس محدث کے ہاتھ سے لکھی ہوئی وہ احادیث ہیں جن کو وہ روایت کرتا تھا، جب کہ اس پانے والے نے اس صاحب کتاب سے ملاقات نہیں کی یا ملاقات تو کی ہے لیکن اس سے یہ احادیث نہیں سنی جو اس کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ملی ہیں اور نہ ہی اسے اس شخص سے ان احادیث کی اجازت وغیرہ ہے، تو اس پانے والے کے لئے جائز ہے کہ اگر اس میں سے کوئی حدیث نقل کرنا چاہے تو یہ کہے ''وجدت بخط فلان'' اور اس کے استاد کا نام لے اور ساری سند اور متن کو نقل کر دے، یا وہ کہے وجدت یا قرأت بخط فلان عن فلان اور اس طرح (عن کو استعمال کرتے ہوئے) اس حدیث کو نقل کرنے والے محدث اور ان سے اوپر کے راویوں کا تذکرہ کر دے (یعنی باقی سند ذکر

کردے) اسی طرز پر ہر زمانے میں عمل ہوتا آیا ہے، اور یہ حدیث منقطع اور مرسل جیسی ہوگی تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ اس کے ''وجدت بخط فلان'' کہنے سے اس میں اتصال کا شائبہ پیدا ہو جائے گا۔

یہ ساری بات وجادہ کے ذریعے سے نقل کی کیفیت کے بارے میں تھی، رہی یہ بات کہ ان میں سے جو قابلِ بھروسہ کیفیت ہے اس پر اعتماد کر کے، اس حدیث پر عمل کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ تو بعض مالکیوں سے منقول ہے کہ مالکیہ وغیرہ اکثر فقہا اور محدثین اس پر عمل کو جائز نہیں سمجھتے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ امام شافعیؒ کے مقلدین میں سے کچھ اہلِ تحقیق نے اصول فقہ میں، اس وجادہ پر بھروسہ ہو جانے کے بعد اس پر عمل کے ضروری ہونے کا یقینی حکم لگایا ہے، اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ بات جو ہم نے بیان کی ہے، اگر محدثین کے سامنے پیش کی جائے تو وہ اس کا انکار کر دیں گے۔

اس اقتباس کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ:

الف: وجادہ اکثر حضرات علما، محدثین وفقہا کے ہاں نا قابلِ قبول ہے، بل کہ علامہ طاہر الجزائری (متوفی ۱۳۳۸ھ) تو یہ بھی تحریر فرماتے ہیں:

وقد كره الرواية عن الصحف غير المسموعة غير واحد من السلف، ومنعوا النقل والرواية بالوجادة المجردة، ولذا قال بعضهم: إن ما وقع من ذلك ليس من باب الرواية، وإنما هو من باب الحكاية عما وجده (۳۹)

اسلاف میں سے بہت سے حضرات نے محض وجادہ کی بنا پر ایسی کتابوں سے روایت کو ناپسند فرمایا ہے جن کو بہ طریقِ سماع حاصل نہ کیا ہو، اور اسی لئے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس طرز سے جو باتیں نقل ہوں انہیں بابِ روایت میں تو شمار نہیں کیا جا سکتا، البتہ اس راوی کے ان باتوں کو پانے کی حکایت ضرور کہا جا سکتا ہے۔

ب: جو حضرات وجادہ کے طریق سے روایت کو درست سمجھتے ہیں، ان کے ہاں بھی اس حدیث کی مکمل سند ذکر کرنی چاہئے، جب کہ یہاں اس کی مکمل سند مذکور نہیں۔

ج: وجادہ کے طریق سے صحتِ روایت کے باوجود بھی وہ سند منقطع یا مرسل ہی قرار پائے

گی، لہٰذا اس بنا پر کم از کم انقطاع کا طعن رہے گا، بل کہ علامہ بدرالدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) اس بات پر یہ اضافہ فرماتے ہیں:

وهكذا قال الحافظ رشيد الدين فى الغرر المجموعة الوجادة داخلة فى باب المقطوع عند علماء الرواية، وقد يقال: بل عده من التعليق أولى من المرسل والمنقطع (۴۰)

حافظ رشید الدین القرشی نے الغرر المجموعۃ میں کہا ہے علما حدیث کے ہاں وجادہ منقطع کے باب سے ہے، بل کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کو مرسل یا منقطع قرار دینے کے بہ جائے، معلّق قرار دینا زیادہ بہتر ہے۔

۳۔ بیان خلافِ واقع:

اس روایت کے شروع میں جس واقعے کا تذکرہ ہے کہ حافظ ابوالعباس مستغفریؒ یہ حدیث پڑھنے کے لئے شیخ ابو حامد مصری کی خدمت میں مصر حاضر ہوئے، اس پر بھی اعتراض ہے کہ حافظ مستغفری کا مصر جانا محدثین کے ہاں ثابت نہیں ہے، چناں چہ ڈاکٹر احمد بن فارس السلوم تحریر فرماتے ہیں:

وأما ما ذكر من أن أبا العباس دخل مصر فهذا أمر باطل لا يصح (۴۱)

اور جو یہ کہا گیا ہے کہ حافظ ابوالعباس مصر گئے تھے، وہ بالکل بے بنیاد بات ہے جو درست نہیں۔

۴۔ جہالتِ راوی:

مزید برآں اس حدیث میں حافظ مستغفری کے شیخ ابو حامد مصری بھی محدثین کے ہاں معروف نہیں، اور اس روایت کے علاوہ کہیں ان کا ذکر نہیں ملتا، چناں چہ ڈاکٹر احمد بن فارس السلوم زیرِ بحث حدیث پر بات کرتے ہوئے یہ بھی تحریر فرماتے ہیں:

و هذا الحديث بهذا السياق باطل لا أصل له، ولو لم يكن فيه إلا ركاكة لفظه لكفىٰ، وقد ذكر لى أن بعض الباحثين كتب فيه رسالة صغيرة، وضعفه معتمداً على الطعن فى أبى العباس، وابوالعباس برىء منه، فإنه ما دخل مصر، ولا عرف أبا حامد هذا الذى لا يعرف بغير

هذا الخبر، والله أعلم (۴۲)

اور یہ حدیث اس سیاق کے ساتھ بالکل باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، اور اگراس میں الفاظ کے بودے پن کے علاوہ اور کوئی علت نہ ہوتی، تو اس کے بے اصل ہونے کے لئے یہی بات کافی تھی، اور مجھے معلوم ہوا کہ کسی محقق نے اس حدیث کے بارے میں ایک رسالہ لکھا اور اس میں حافظ ابو العباس پر محدثین کی جرح کی بنا پر اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، حال آں کہ ابو العباس اس سے بریٔ الذمہ ہیں، کیوں کہ وہ کبھی مصر گئے ہی نہیں، مزید برآں ان کے شیخ ابو حامد، جن کا اس روایت کے علاوہ کہیں ذکر نہیں، وہ (محدثین کے ہاں) معروف نہیں ہیں۔

الغرض اس روایت میں درجِ بالا متعدد علل پائی جاتی ہیں جن میں سے ایک علت بھی کسی روایت میں پائی جائے تو محدثین اس کی آں حضرت ﷺ کی طرف نسبت سے منع فرماتے ہیں، چہ جائے کہ یہ سب ایک ساتھ موجود ہوں! لہٰذا اس سیاق کے ساتھ اس حدیث کو آں حضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنا، اور آپ ﷺ کے فرمان کی حیثیت سے اسے بیان کرنا یا اس کی نشر و اشاعت کرنا ہرگز درست نہیں، اس سے بچنا ضروری ہے، اور ایسے مواقع پر من کذب علی متعمدا کی وعید کو سامنے رکھنا چاہئے۔

اس روایت سے متعلق ہیئۃ کبار العلماء کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمالیجئے:

والحديث المذكور موضوع ورواته مجاهيل وكأن واضعه جمع متنه من الأحاديث الصحيحة ومن بعض كلام أهل العلم وبعض ألفاظه منكرة لا توافق الأدلة الشرعية ولا ريب أن العمدة فيما ذكره في هذا الحديث هو ما دلت عليه الأحاديث الصحيحة أما هذا المتن فلا يعتمد عليه ولا يحتج به، لأنه ليس له إسناد صحيح (۴۳)

مذکورہ حدیث خود ساختہ ہے، اور اس کے راوی مجہول ہیں، یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کو گھڑنے والے شخص نے متعدد صحیح احادیث کے مضامین اور اہلِ علم کی مختلف باتوں کو اور بعض ایسے نامناسب الفاظ کو جمع کر کے اس حدیث کو جوڑا ہے کہ شرعی دلائل جن کی موافقت نہیں کرتے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس حدیث میں مذکور بیشتر

مضامین وہ ہیں جن کی صحیح احادیث سے تائید ہوتی ہے، تاہم یہ متن ایسا نہیں کہ جس پر اعتماد کیا جا سکے یا اس سے استدلال کیا جا سکے کیوں کہ اس کی کوئی صحیح سند نہیں۔

دوسرے سوال کا جواب

اب رہا یہ سوال کہ اس حدیث میں مذکور خیر الناس من ینفع الناس والے حصے کو ان ہی الفاظ کے ساتھ حدیث کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

خیر الناس من ینفع الناس کے الفاظ کے ساتھ یہ حدیث محدثینِ کرام کے ہاں معروف نہیں ہے، البتہ اس کے قریب ترین الفاظ خیر الناس أنفعهم للناس کے الفاظ کے ساتھ مسندِ شہاب میں ایک حدیث مروی ہے:

أخبرنا عبد الرحمن بن عمر الصفار ثنا ابوسعيد أحمد بن محمد بن زياد بن الأعرابی ثنا محمد بن عبد الله الحضرمی ثنا علی بن بهرام ثنا عبد الملك بن أبی كريمة عن بن جريج عن عطاء عن جابر قال قال رسول الله ﷺ: خير الناس أنفعهم للناس (۴۴)

اس حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کے معنی کی تائید بہت سی احادیث سے ہوتی ہے، چناں چہ محدثِ دیارِ مغرب احمد بن محمد بن الصدیق الغماریؒ (متوفی ۱۳۸۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

..... و هذا السند و إن كان ضعيفاً إلا أنه ورد من طرق أخرى متعددة من حديث ابن عباس وابن عمر وانس وابن مسعود وأبی هريرة وبعض الصحابة والحسن مرسلاً، أسندت جميعها فی مستخرجی علی مسند الشهاب (۴۵)

مذکورہ حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے، مگر یہ دیگر متعدد سندوں سے بھی منقول ہے جن میں حضرت ابن عباس، ابن عمر، انس، ابن مسعود، ابو ہریرۃ، بعض الصحابۃ اور حسن بصری سے مرسلاً منقول احادیث شامل ہیں، میں نے مسندِ شہاب پر اپنی تخریج میں ان سب احادیث کو سندوں کے ساتھ درج کر دیا ہے۔

چناں چہ موصوف فتح الوہاب بتخریج أحادیث الشہاب میں اس کے ہم معنی متعدد روایات جمع کر کے تحریر فرماتے ہیں:

وللحديث شواهد كثيرة تقدم بعضها، وروى الأصبهاني في الترغيب والطبراني في الصغير وابونعيم في الحلية من حديث عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما: أن رجلا جاء إلى النبي ﷺ، فقال يا رسول اللّٰه، أي الناس أحب إلى اللّٰه؟ فقال: إن أحب الناس إلى اللّٰه أنفعهم للناس ورواه ابن أبي الدنيا في كتاب الحوائج، فقال: عن بعض أصحاب النبي ﷺ، ولم يسمه، ومن شواهده الذي بعده .... (۴۶)

ایسی ہی بات علامہ اسماعیل بن محمد عجلونیؒ (۱۱۶۲ھ) نے بھی فرمائی ہے:

(خير الناس من ينفع الناس) لم أر من ذكره أنه حديث أو لا، فليراجع، لكن معناه صحيح، وفي أحاديث ما يشهد لذلك كحديث الخلق عيال اللّٰه، وأحبهم إلى اللّٰه أنفعهم لعياله فافهم، ويشهد له ما رواه القضاعي عن جابر كما في الجامع الصغير بلفظ: خير الناس أنفعهم للناس (۴۷)

حتیٰ کہ ان متعدد طرق اور شواہد کی بنا پر اس حدیث کو حسن لغیرہ کا درجہ دیا گیا ہے، چناں چہ علامہ علی بن احمد العزیزی (متوفی ۱۰۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

(خير الناس أنفعهم للناس) بما يقدر عليه من الإحسان بماله وجاهه وعلمه (القضاعي عن جابر رضي اللّٰه عنه) قال الشيخ: حديث حسن لغيره (۴۸)

ہمارے استاذ الاساتذہ شیخ عبد الفتاح ابو غدةؒ (متوفی ۱۴۱۷ھ) بھی اسی بات کو قبول کر کے تحریر فرماتے ہیں:

(خير الناس من ينفع الناس) رواه القضاعي في مسند الشهاب ۲۲۳:۲ عن جابر بلفظ: خير الناس أنفعهم للناس، بإسناد ضعيف.

وجاء هذا المتن [illegible]

بين في التعليق على حديث جابر هناك (۴۹)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے خیر الناس من ینفع الناس کے الفاظ کو تو محدثین نے حدیث قرار نہیں دیا، البتہ لفظی ومعنوی لحاظ سے اس کے قریب ترین حدیث خیر الناس أنفعهم للناس کو محدثین نے حسن لغیرہ کہا ہے، لہٰذا اس حدیث کو بہ طورِ حدیث اگر نقل یا نشر کرنا ہو تو ان ہی الفاظ کے ساتھ نقل یا نشر کرنا چاہئے جن الفاظ کے ساتھ یہ محدثین کے ہاں ثابت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں یہ شبہ پیش آ سکتا ہے کہ خیر الناس من ینفع الناس کے الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو بڑے جلیل القدر فقہائے کرام نے بہ طورِ حدیث نقل کیا اور اس سے استدلال کیا ہے، مثلاً امام محمد بن حسن شیبانیؒ (متوفی ۱۸۹ھ) کتاب الکسب میں اس طرح رقم طراز ہیں:

..... وجه القول الأول أن منفعة الاكتساب أعم، فإن ما اكتسبه الزارع تصل منفعته إلى الجماعة عادة، والذى يشتغل بالعبادة إنما ينفع نفسه لأن بفعله يتحصل النجاة لنفسه ويحصل الثواب لجسمه، وما كان أعم نفعا فهو أفضل، لقوله ﷺ: خير الناس من ينفع الناس، ولهذا كان الاشتغال بطلب العلم أفضل من التفرغ للعبادة ..... (۵۰)

اسی طرح شمس الائمہ محمد بن احمد بن سہل السرخسیؒ (متوفی ۴۸۳ھ) شرح السیر الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

..... وهذا التفاوت إما بحسب التفاوت فى الأمن والخوف من العدو فكلما كان الخوف أكثر كان الثواب فى المقام أكثر أو بحسب تفاوت منفعة المسلم بمقامه فإن أصل هذا الثواب لإعزاز الدين وتحصيل المنفعة للمسلمين بعمله، قال عليه السلام: خير الناس من ينفع الناس، أو بحسب تفاوت الأوقات فى الفضيلة..... (۵۱)

نیز ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانیؒ (متوفی ۵۸۷ھ) بدائع الصنائع میں تحریر فرماتے ہیں:

..... وله أن يقبل الهبة والصدقة والوصية، لأن ذلك نفع محض

فیملکه الولی، وقال علیه الصلاة والسلام: خیر الناس من ینفع الناس وهذا یجری مجری الحث علی النفع، والحث علی النفع ممن لا یملك النفع عبث ...... (۵۲)

اگر یہ الفاظِ حدیث نہیں تو ان حضرات کا انہیں اس طرح آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا اوران سے استدلال کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہوسکتا ہے کہ فقہائے کرام کی زیادہ توجہ الفاظ کی بہ جائے معنی پر ہوتی ہے، اس لئے ممکن ہے کہ ان حضرات نے روایت بالمعنی کے طور پر یہ الفاظ ذکر کئے ہوں، اور جس پائے کے یہ حضرات ہیں ان کے حق میں روایت بالمعنی کے جواز میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ (متوفی ۱۸۹ھ) نے ہی اسی کتاب الکسب میں ایک اور موقع پر اس حدیث سے استدلال فرماتے ہوئے درجِ ذیل الفاظ ذکر کئے ہیں:

..... وقال ﷺ: خیر الناس من هو أنفع للناس، فالاشتغال بما یکون نفعه أعم یکون أفضل (۵۳)

اب ظاہر ہے کہ امام محمدؒ اس موقع پر بھی بالکل وہی استدلال فرمایا ہے لیکن الفاظ پہلے سے مختلف ہیں، جس سے اس جواب کی تائید ہوتی ہے، اسی طرح طریقہ محمدیہ میں علامہ محمد بن پیر علی برکویؒ (متوفی ۹۸۱ھ) کے ان ہی الفاظ سے استدلال کی شارحِ طریقہ محمدیہ علامہ مفتی ابوسعید محمد بن مصطفیٰ الخادمی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے جوتوجیہ کی ہے اس سے بھی اس جواب کوتقویت ملتی ہے کہ انہوں نے اسے اصل حدیث سے اقتباس اور تلمیح قرار دیا ہے:

والحاصل أن العبادة المتعدیة إلی الغیر أفضل من القاصرة ؛ لأن خیر الناس من ینفع الناس اقتباس من قوله ﷺ وسلم: خیر الناس أنفعهم للناس، وتلمیح إلی قوله علیه الصلاة والسلام: الخلق کلهم عیال الله فأحبهم إلی الله أنفعهم لعیاله، والحدیثان فی الجامع الصغیر (۵۴)

اور دوسرا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ عین ممکن ہے ان حضرات کے پیشِ نظر اس حدیث کی کوئی ایسی سند ہو جس سے یہ الفاظ ثابت ہوتے ہوں، لیکن جب وہ سند ہمارے پیشِ نظر نہیں تو محض ان اکابر کی کتب میں بلاسند مذکور ہونے سے ہمارے لئے یہ گنجائش پیدا نہیں ہوتی کہ ہم اسے حدیث

قرار دیں، چناں چہ علامہ محمد عبدالحئی لکھنویؒ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

ومن ههنا نصوا على أنه لاعبرة للأحاديث المنقولة فى الكتب المبسوطة ما لم يظهر سندها، أو يعلم اعتماد أرباب الحديث عليها، وإن كان مصنفها فقيها جليلا يعتمد عليه فى نقل الأحكام وحكم الحلال والحرام ألا ترى إلى صاحب الهداية من أجلة الحنفية، والرافعى شارح الوجيز من أجلة الشافعية، مع كونهما ممن يشار إليه بالأنامل، ويعتمد عليه الأماجد والأماثل، قد ذكرا فى تصانيفهما ما لايوجد له أثر عند خبير بالحديث يستفسر، كما لايخفى على من طالع تخريج الهداية للزيلعى، وتخريج أحاديث شرح الرافعى لابن حجر العسقلانى، وإذا كان حال هؤلاء الأجلة هذا، فما بالك بغيرهم من الفقهاء الذين يتساهلون فى إيراد الأخبار، ولايتعمقون فى سند الآثار؟ ولذا قال على القارى فى رسالة الموضوعات: حديثمن قضى صلاة من الفرائض فى آخر جمعة من رمضان كان ذلك جابراً لكل صلاة فاتته فى عمره إلى سبعين سنة باطل قطعاً، ولا عبرة بنقل صاحب النهاية وغيره من بقية شراح الهداية، فإنهم ليسوا من المحدثين، ولا أسندوا الحديث إلى أحد من المخرجين انتهى (۵۵)

نیز مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ میں ملاعلی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ) کی اسی بات کے پیشِ نظر تحریر فرماتے ہیں:

وهذا الكلام من القارى أفاد فائدة حسنة، وهى أن الكتب الفقهية وإن كانت معتبرة فى أنفسها بحسب المسائل الفرعية، وكان مصنفوها ايضاً من المعتبرين والفقهاء الكاملين: لا يعتمد على الأحاديث المنقولة فيها اعتمادا كليا، ولايجزم بورودها وثبوتها قطعا بمجرد وقوعها فيها (٥٦)

لہٰذا ان اکابر فقہائے کرام سے بدگمانی رکھے بغیر یہ کہا جائے گا کہ جب تک ان الفاظ کے

ساتھ اس حدیث کا کسی سند کے ساتھ نقل ہونا ثابت نہ ہو اس وقت تک انہیں بہ طورِ حدیث نقل ونشر کرنا درست نہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

حواشی وحوالہ جات

۱۔ مشکوۃ ۔قدیمی کتب خانہ: ج۱،ص۳۴

۲۔ امام ترمذی۔ الجامع السنن مع شرحہ تحفۃ الأحوذی۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت: ج۷،ص۴۵۰ کتاب العلم، باب ماجاء فیمن یطلب بعلمہ الدنیا

۳۔ امام حاکم ۔مستدرک ۔دار الکتب العلمیۃ، بیروت: ج۱،ص۱۶۱ کتاب العلم

۴۔ امام بیہقی ۔شعب الایمان ۔دار الکتب العلمیۃ، بیروت: ج۲،ص۲۸۳، باب فی نشر العلم

۵۔ امام طبرانی ۔المعجم الکبیر ۔مطبعۃ الإمامۃ، بغداد: ج۱۹،ص۱۰۰

۶۔ ابن ماجہ ۔السنن ۔شرکۃ الطباعۃ السعودیۃ، الریاض: ج۱،ص۵۱، حدیث۲۵۴، باب ثواب معلم الناس الخیر

۷۔ امام بوصیری۔ مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجہ۔ دار العربیۃ، بیروت: ج۱،ص۳۸، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ

۸۔ ابن ماجہ ۔السنن: ج۱،ص۴۶، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ

۹۔ زبیدی ۔اتحاف السادۃ المتقین ۔دار الکتب العلمیۃ، بیروت: ج۱،ص۵۷۱، کتاب العلم، الباب السادس

۱۰۔ امام بوصیری: ج۱،ص۳۷

۱۱۔ دیکھئے: الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، للعلامہ ابن بلبان رحمہ اللہ ۔مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت: ج۱،ص۱۴۷۔ کتاب العلم، ذکر وصف العلم الذی یتوقع دخول النار فی القیامۃ لمن طلبہ

۱۲۔ مستدرک: ج۱،ص۱۶۱، کتاب العلم

۱۳۔ بیہقی ۔شعب الایمان: ج۲،ص۲۸۲، باب فی نشر العلم

۱۴۔ طبرانی ۔المعجم الکبیر: ج۲۰،ص۶۶

۱۵۔ ہیثمی ۔مجمع الزوائد ۔دار الکتب العلمیۃ بیروت: ج۱،ص۲۴۹، کتاب العلم، باب فیمن طلب العلم

لغیر اللہ
۱۶۔ طبرانی۔المعجم الاوسط۔مکتبۃ المعارف،الریاض: ج۶،ص۳۳۱،حدیث۵۷۰۴
۱۷۔ امام بزار۔مسند کشف الأستار عن زوائد البزار۔مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت: ج۱،ص۱۰۱،کتاب العلم،باب من طلب العلم لغیر اللہ
۱۸۔ ایضاً
۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ ہیثمی۔مجمع الزوائد: ج۱،ص۲۴۹
۲۱۔ ابونعیم: معرفۃ الصحابۃ۔مکتبۃ الدار،المدینۃ المنورۃ: ج۲،ص۲۱۲،حدیث۸۲۲،انس بن مالک
۲۲۔ ابن ماجہ۔السنن: ج۱،ص۴۶،باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ
۲۳۔ ابن ماجہ۔السنن: ج۱،ص۵،باب ثواب معلم الناس الخیر
۲۴۔ امام بوصیری: ج۱،ص۳۸
۲۵۔ ابوبکر خطیب۔تاریخ بغداد۔دار الکتاب العربی بیروت: ج۹،ص۴۴۷،۴۴۶،ترجمۃ عبداللہ بن حکیم الداہری
۲۶۔ طبرانی۔المعجم الکبیر۔مطبعۃ الإمامۃ،بغداد: ج۲۳،ص۲۸۴
۲۷۔ اتحاف السادۃ المتقین: ج۱،ص۵۷۲،کتاب العلم،الباب السادس
۲۸۔ سنن الدارمی۔المقدمۃ، دار القلم دمشق: ج۱،ص۱۰۹،حدیث۳۷۳۔باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر اللہ
۲۹۔ امام دارمی: ج۱،ص۱۱۰ تا ۱۱۱،حدیث۳۸۰
۳۰۔ ایضاً: ج۱،ص۱۱۰
۳۱۔ جمع الجوامع۔الہیئۃ المصریۃ للکتب: ج۲،ص۳۸۲۔قسم المسانید،مسند خالد بن الولید، یہ جمع الجوامع کی پہلی طباعت ہے جس میں دار الکتب المصریۃ والے قلمی نسخے کا عکس دو جلدوں میں شائع کیا گیا ہے،اس کے بعد جمع الجوامع یا الجامع الکبیر یا جامع الأحادیث کے نام سے اس کی متعدد طباعتیں ہو چکی ہیں۔
۳۲۔ کنز العمال۔مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ: ج۱۶،ص۱۲۸، رقم الحدیث ۴۴۱۵۴۔ضبط وتفسیر غریب شیخ بکری حیانی،تصحیح وفہرسۃ شیخ صفوۃ السقا

۳۳۔ مسند الامام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۱۹ھ: ج ۹، ص ۲۸ تا ۲۷، باشراف شیخ شعیب الأرنؤوط۔ البتہ اس اشتباہ کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ مسندِ امام احمد کی پرانی طباعت کے حاشیے پر مختصر کنز العمال شائع کی گئی تھی، لہٰذا یہ حدیث نقل مختصر کنز العمال سے کی گئی، اور حوالہ مسند کا دیا گیا۔

۳۴۔ ان کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

☆ علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی (متوفی ۷۶۴ھ)۔ الوافی بالوفیات۔ بیروت، ۱۹۶۲ء: ج ۲، ص ۱۵۰

☆ علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی (متوفی ۷۶۴ھ)۔ أعیان العصر وأعوان النصر۔ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۹۱۸ء: ج ۴، ص ۱۳۵، حرف القاف، اللقب والنسب۔ اس مقام کی بدولت شمس الدین ابن القماح کی شخصیت کی تعیین میں مدد ملتی ہے۔ ایضاً: ج ۴، ص ۲۶۷، اس مقام پر ان کا تعارف ہے،

☆ حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)۔ الدرر الکامنۃ فی أعیان المئۃ الثامنۃ۔ دارالجیل، ۱۴۱۴ھ: ج ۳، ص ۳۰۳، ۳۰۴

☆ امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)۔ حسن المحاضرۃ فی أحوال مصر والقاہرۃ۔ مکتبۃ الخانجی مصر، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۸ھ: ج ۲، ص ۳۹۶

☆ خیرالدین بن محمود الزرکلی (متوفی ۱۳۹۶ھ)۔ الأعلام۔ دارالعلم للملایین، ۲۰۰۲ء: ج ۵، ص ۳۲۵ واضح رہے کہ اکثر مصادر میں ان کی کنیت ابوعبداللہ لکھی ہے، جب کہ بعض نے ابوالمعالی ذکر کی ہے۔

۳۵۔ حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)۔ المجمع المؤسس للمعجم المفہرس۔ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۱۵ھ: ج ۱، ص ۱۶۰، ۲۳۴، وج ۲، ص ۴۴، ۶۱، ۱۳۷، ۳۰۸، ۴۵۹ وغیرہ، تحقیق الدکتور یوسف عبدالرحمٰن المرعشلی

۳۶۔ امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)۔ زاد المسیر فی الفہرست الصغیر۔ دارالبشائر الاسلامیۃ بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۸ھ: ص ۸۸، و۱۶۴، تحقیق الدکتور یوسف المرعشلی

۳۷۔ ان کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

☆ حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)۔ سیر أعلام النبلاء۔ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الثالثۃ ۱۴۰۵ھ: ج ۱۷، ص ۵۶۴

☆ علامہ ابن العماد عبدالحیٔ بن احمد الحنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ)۔شذرات الذہب۔ دار ابن کثیر دمشق، ۱۴۰۶ھ: ج ۵،ص ۱۵۷

☆ العلامۃ تقی الدین بن عبدالقادر الغزی (متوفی ۱۰۱۰ھ)۔ الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ۔ القاہرۃ، ۱۳۹۰ھ: ج ۲،ص ۲۸۱

☆ خیر الدین بن محمود الزرکلی (متوفی ۱۳۹۶ھ)۔ الأعلام: ج ۲،ص ۱۲۸

☆ الحافظ ابو العباس جعفر بن محمد المستغفری (متوفی ۴۳۲ھ)۔ مقدمۃ الدکتور أحمد بن فارس سلوم علی فضائل القرآن۔ دار ابن حزم بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۷ھ: ج ۱،ص ۶۷ تا ۹۹

۳۸۔ امام عثمان بن عبدالرحمن ابن الصلاح الشہرزوری (متوفی ۶۴۳ھ)۔ معرفۃ أنواع علم الحدیث۔ تحقیق الدکتور عبداللطیف الہمیم والشیخ ماہر یاسین الفحل، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۳ھ: ص ۲۸۸، و ۲۹۱

۳۹۔ العلامۃ طاہر الجزائری (متوفی ۱۳۸۳ھ)۔ توجیہ النظر إلی أصول الأثر۔ تحقیق الشیخ عبد الفتاح ابو غدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۱۶ھ: ج ۲،ص ۷۷۱۔۷۷۲

۴۰۔ العلامۃ بدر الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی (متوفی ۷۹۴ھ)۔ النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح۔ تحقیق الدکتور زین العابدین بن محمد بلافریج، أضواء السلف الریاض، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۱۹ھ: ج ۲،ص ۵۵۳

۴۱۔ الحافظ المستغفری۔ مقدمۃ الدکتور أحمد بن فارس سلوم علی فضائل القرآن: ج ۱،ص ۷۱

۴۲۔ حوالۂ بالا: ج ۱،ص ۷۳

۴۳۔ العلامۃ عبدالعزیز ابن باز (متوفی ۱۴۲۰ھ)۔ مجموع فتاویٰ۔ أشرف علی جمعہ وطبعہ: محمد بن سعد الشویعر، کتاب الاحادیث الموضوعۃ، موقع الرئاسۃ العامۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء: ج ۲۶،ص ۳۲۵

۴۴۔ القاضی ابو عبداللہ محمد بن سلامۃ القضاعی (متوفی ۴۵۴ھ)۔ مسند الشہاب۔ تحقیق وتخریج حمدی عبدالمجید السلفی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ: ج ۲،ص ۲۲۳، رقم الحدیث ۱۲۳۴۔ کذا فی الجامع الصغیر، امام جلال الدین السیوطی۔ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرّمۃ، ۱۴۲۰ھ: ج ۲،ص ۸۴۰، رقم الحدیث ۴۰۴۴

۴۵۔ ابو الفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری (متوفی ۱۳۸۰ھ)۔ المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرحی المناوی۔ دار الکتبی القاہرۃ، ۱۴۱۶ھ: ج ۳،ص ۵۱۶، رقم الحدیث ۱۶۹۶

۴۶۔ ابو الفیض احمد بن محمد الغماری۔ فتح الوہاب بتخریج احادیث الشہاب۔ عالم الکتب بیروت: ج ۲،ص

۲۷۹، رقم الحدیث: ۵۸۷

۴۷۔ العلامة اسماعیل بن محمد بن سلامة العجلونی (متوفی ۱۱۶۲ھ)۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس۔ مکتبة العلم الحدیث، الطبعة الاولی ۱۴۲۲ھ: ج ۱، ص ۴۴۶، رقم الحدیث ۱۲۵۴، تحقیق الشیخ یوسف بن محمود الحاج احمد

۴۸۔ العلامة علی بن احمد العزیزی (متوفی ۱۰۸۱ھ)۔ السراج المنیر شرح الجامع الصغیر۔ مکتبة الایمان المدینة المنورة: ج ۳، ص ۱۳۵

۴۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی ۱۸۹ھ)۔ التعلیق علی کتاب الکسب۔ دار البشائر، بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۲۶ھ: ص ۱۰۲

۵۰۔ امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی ۱۸۹ھ)۔ کتاب الکسب۔ حوالۂ بالا

۵۱۔ شمس الأئمہ محمد بن احمد بن سہل السرخسیؒ (متوفی ۴۸۳ھ)۔ شرح السیر الکبیر۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۷ھ: ج ۱، ص ۷۔ فضیلة الرباط

۵۲۔ ابوبکر بن مسعود کاسانیؒ (متوفی ۵۸۷ھ)۔ بدائع الصنائع۔ الطبعة الثانیة ۱۴۰۶ھ: ج ۵، ص ۱۵۳، کتاب البیوع، فصل: أما شرائطها، بولاق

۵۳۔ امام محمد بن حسن شیبانی۔ کتاب الکسب: ص ۱۴۷

۵۴۔ علامہ ابوسعید محمد بن مصطفیٰ الخادمی (متوفی ۱۱۷۶ھ)۔ بریقہ محمودیہ شرح طریقہ محمدیہ۔ العلوم المندوب الیہا، شرکتِ صحافیہ، استنبول، ۱۳۱۸ھ: ج ۱، ص ۳۷۷، الباب الثانی فی الأمور المہمۃ، النوع الثالث

۵۵۔ علامہ محمد عبدالحیٔ لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ)۔ الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الکاملة۔ مکتب المطبوعات الاسلامیة حلب، الطبعة الأولی ۱۳۸۴ھ: ص ۲۹۔۳۰، وعلیہ التعلیقات الحافلة للشیخ عبد الفتاح ابوغدة

۶۶۔ حوالۂ بالا، التعلیقات الحافلة: ص ۳۰۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے اس موقع پر ص ۳۰ تا ۳۴ بے نظیر تعلیق تحریر فرمائی ہے، طوالت کے خدشے کی بنا پر صرف حوالے پر اکتفا کیا جارہا ہے، ورنہ پوری بحث لائق مطالعہ ہے۔